سورۃ العصر کے مضامین اور صبر کے ساتھ مسلک پر قائم رہنے کی تلقین

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲/اپریل ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

میں نے گزشتہ سے پیوستہ خطبہ جمعہ میں وَالْعَصْرِ کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے اس سورۃ کے دوسرے حصے کے بعض مضامین خصوصیت کے ساتھ احباب جماعت کے سامنے پیش کئے تھے۔

اس کے متعلق مجھے ایک دوست کا خط موصول ہوا جس سے یہ پتہ لگا کہ وَالْعَصْرِ کے متعلق جب میں بعض باتیں بیان کر رہا تھا تو اس میں مجھ سے دو غلطیاں سرزد ہوئیں۔ خط لکھنے والے دوست کا میں بہت ممنون ہوں کیونکہ وہ غلطی ایسی ہے کہ اس کا پہلا حصہ خصوصاً اس نوعیت کا ہے کہ اس کی اصلاح ہونی ضروری ہے۔ اس دوست نے مجھے لکھا کہ وَالْعَصْرِ کے متعلق میں نے یہ جو کہا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے ہزار سال مراد لئے ہیں تو یہ درست نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ وَالْعَصْرِ کے اعداد ایک ہزار نہیں بنتے بلکہ لَفِیْ خُسْرٍ کے اعداد ایک ہزار (عملاً تو وہ ۹۸۰ بنتے ہیں لیکن تقریباً ایک ہزار) بنتے ہیں۔ انہوں نے جب اس بات کی نشاندہی کی تو اس سے ایک تو یہ فائدہ پہنچا کہ اس غلطی کا بروقت علم ہو گیا اور دوسرے جماعت کے سامنے اس

کی تصحیح ضروری سمجھی گئی۔

ہر چند کہ نسیان اور بھول چوک کے نتیجہ میں جو غلطی ہو وہ قابل مواخذہ نہیں ہوتی لیکن بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں غلطی پھیل کر عام ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور پھر بعض مقام ایسے ہوتے ہیں جن کی طرف غلط بات منسوب کرنا خواہ بھول کے نتیجہ ہی میں کیوں نہ ہو نہایت سنگین بات بنتی ہے اس لئے بھول چوک اپنی جگہ لیکن اس محل اور موقعہ پر کہ خلیفہ وقت کا خطبہ ہو رہا ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف بات منسوب کی گئی ہو، یہ بھول چوک بھی اپنی ذات میں ایک بڑی غلطی ہے۔ اس سلسلہ میں جہاں تک استغفار کا تعلق ہے وہ تو میرا اپنے رب کے سامنے ہے لیکن جہاں تک وضاحت کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے سامنے وضاحتاً پیش کروں کہ کیوں ایسا ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر کشفاً سورۂ عصر کی جو تفسیر بیان فرمائی اس میں یہ بات خاص طور پر بیان کی گئی کہ اس سورۃ کے اندر جو اعداد ہیں ان میں بہت بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔ مثلاً آپ نے اس سورۃ کے پورے اعداد سے یہ استنباط فرمایا ہے کہ آدم سے لے کر آنحضرت ﷺ کے وصال تک چار ہزار سات سو انتالیس برس کا عرصہ گزرا ہے اور فرمایا کہ یہ اس لئے کہ اس سورۃ کے شروع سے آخر تک کے جو اعداد ہیں وہ چار ہزار سات سو انتالیس بنتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ یہ علم مجھے اللہ تعالیٰ نے کشفاً عطا فرمایا ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جو آدم سے لے کر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ۲۳ سالہ زمانہ نبوت کے آخر تک بنتا ہے۔

جب میں نے اس دوست کا خط پڑھا تو مجھے یاد آ گیا کہ میرے ذہن میں یہ اشتباہ کیوں پیدا ہوا تھا۔ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ایک تفسیر پیش فرماتے ہیں تو وہ تفسیر اتنی خیال انگیز ہوتی ہے کہ اس سے آگے بہت سے دوسرے گوشے بھی روشن ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور انسان کی توجہ تفسیر کے بعض نئے نئے پہلوؤں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ چونکہ کچھ عرصہ پہلے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کی روشنی میں اس سورۃ پر غور کیا تھا اس لئے میرے ذہن میں جو دو باتیں نمایاں طور پر سامنے آئیں وہ اس غلطی کا موجب بنیں۔ چنانچہ ایک زمانہ کے بعد میں نے غلطی سے یہ سمجھا کہ یہ تفسیر میں نے مسیح موعود علیہ السلام کی پڑھی تھی حالانکہ وہ خود اس تفسیر پر مبنی تھی مگر تھی میری اپنی تفسیر۔ وہ کیا تھی، وہ بیان کرنے سے پہلے میں کچھ اور باتیں وَالْعَصْرِ

متعلق بتانا چاہتا ہوں۔

جیسا کہ میں نے پہلے یہ بات کھول دی ہے ۸/اپریل کے خطبہ میں سورۃ العصر کے آخری حصہ کی طرف میری توجہ زیادہ تھی اور میں جماعت کو خصوصیت کے ساتھ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ کے مضمون کی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا اس لئے اس خطبہ کا پہلا حصہ محض سرسری طور پر مذکور ہوا لیکن وہ ایک بہت ہی دلچسپ قصہ ہے اور اپنی ذات میں اس لائق ہے کہ اس کے متعلق نسبتاً زیادہ کھول کر بات جماعت کے سامنے پیش کی جائے۔

عَـصُـرٌ کا لفظ ایک حیرت انگیز لفظ ہے جو مجموعۂ تضادات ہے یعنی اس کے معنوں میں ضدّین پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عَـصُـرٌ کا ایک مطلب ہے نچوڑنا اور ایک مطلب ہے عطا کرنا یعنی انسان کسی چیز کو نچوڑ کر رس حاصل کرتا ہے یہ بھی عَصُرٌ کا مطلب ہے اور کسی پر فیض جاری کرے یہ بھی عَصُرٌ کا مطلب ہے اور یہ دونوں معنے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ عَصُرٌ کے معنے ایسی گھنگھور گھٹا کے ہیں جو پانی سے خوب بھری ہوئی ہو اور وہ کھل کر برسے۔ پھر ایسے موقع پر اہل عرب عَـصُـرٌ مصدر سے فعل نکالتے ہیں اور عَصَرَ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ ایسی گھنگھور گھٹا جو خوب کھل کر برسے۔ اس میں نچوڑنے کے معنے بھی آ گئے اور عطا کے معنے بھی آ گئے۔

اور اس کے بالکل برعکس معنے بھی عَـصُـرٌ کے لفظ میں پائے جاتے ہیں اور وہ ہیں روک رکھنا اور ایک فیض یا تعلق کو دوسرے تک پہنچنے نہ دینا، کسی کے راستے میں حائل ہو کر اس کو محروم کر دینا۔ مثلاً ایک انسان فیض رساں ہو اس کے راستہ میں کوئی آ کر کھڑا ہو جائے اور اس کے فیض کو دوسرے تک پہنچنے نہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ عطا کیا ہوا ہے وہ اپنے تک محدود کر لے اور کنجوسی کے ساتھ اپنے تک روک رکھے یہ بھی عَصُرٌ کے معنوں میں شامل ہے۔

پس دیکھئے پہلے معنی اور دوسرے معنی میں بالکل ضد پائی جاتی ہے۔ اسی طرح عَصُرٌ کا معنی صبح سے لے کر سورج کے زوال تک کا وقت بھی ہے یعنی جب سورج چڑھ رہا ہو اور کائنات کو منور کر رہا ہو اور اپنے عروج کی طرف رواں ہو اس وقت کو بھی عَـصُـرٌ کہا جاتا ہے اور پھر بالکل اس کے برعکس سورج کے زوال سے لے کر غروب تک کا زمانہ بھی عَصُرٌ کے معنوں میں شامل ہے۔ عرب دونوں وقتوں کے لئے عَصُرٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ پھر عَصُرٌ کے لفظ میں ایک اور عجیب ضد یہ پائی جاتی ہے کہ دن

کے لئے بھی عَصْرٌ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور رات کے لئے بھی۔

پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لفظ جو مجموعہ ضدّین ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس موقع کے لئے کیوں منتخب فرمایا؟ اگر آپ غور کریں تو یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بعثت اولیٰ اور بعثت ثانیہ کے مضمون کو بیان کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی لفظ نہیں ہوسکتا تھا۔ دنیا کی کوئی زبان ایسا لفظ پیش نہیں کرسکتی، ایسا لفظ دکھانے سے عاجز ہے جو اکیلا اس سارے مضمون کو بیان کرنے کے لئے کافی ہو۔

چنانچہ یہ وہ مضمون ہے جو اس ساری سورۃ کے اعداد سے نکلتا ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشفاً اللہ تعالیٰ سے علم پاکر بیان فرمایا یعنی آدم کے زمانہ سے لے کر اگر اسے انسانیت کے طلوع کا زمانہ قرار دیا جائے اس وقت تک جبکہ زمانہ ڈھل رہا تھا اور شام آگئی تھی اس عصر انسانی کے آخر پر حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بعثت ہوئی۔ اس حقیقت کے اظہار کے لئے پھر عصر کا لفظ صحیح بنتا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اعداد کے لحاظ سے بھی اس تمام زمانہ پر اس سورۃ کا مضمون صحیح اطلاق پاتا ہے۔

اس کا دوسرا پہلو ہے جس کا تعلق آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نئے سورج کے طلوع اور طلوع سے لے کر عروج پانے سے ہے عَصْرٌ کا یہ لفظ اس زمانہ کو بھی ظاہر کرتا ہے اور پھر عَصْرٌ سے مراد رات بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ظاہر ہونے کے بعد پھر بھی ایک رات آنی تھی اور اس رات کے مضمون کو بھی اسی عَصْرٌ کے لفظ میں بیان کر دیا گیا۔ میں نے جو استنباط کیا تھا جس سے اشتباہ پیدا ہوا اور بعد میں خود میں بھول گیا وہ لَفِیْ خُسْرٍ کے اعداد اور عَصْرٌ کے مضمون کے تعلق میں تھا۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا، عَصْرٌ کا ایک معنی رات بھی ہے تو اس سے میرا استنباط یہ ہے کہ رات کا مضمون تو گھاٹے اور نقصان کا مضمون ہے اس لئے اگر اس سورۃ میں اعداد بھی بیان کئے گئے ہیں اور اعداد پر غور کرنے سے معنے ہاتھ آسکتے ہیں تو لَفِیْ خُسْرٍ کے اعداد کو دیکھا جائے تو وہ رات کے مضمون کو ظاہر کریں گے اور وہ نوسو اسی بنتے ہیں یعنی وہ رات جو زمانہ نبویؐ کے کچھ عرصہ کے بعد شروع ہوئی آنحضرت ﷺ نے خود ہی اس کی تعین فرمادی تھی۔ آپؐ نے فرمایا تھا پہلے تقریباً تین سو سال روشنی کا زمانہ ہوگا، اس کے بعد جو رات آنی ہے اس کا عرصہ کتنا ہوگا اس لئے لَفِیْ خُسْرٍ کے اعداد کو دیکھا جائے جو رات کے

مضمون کا بدل ہے اور وہ ۹۸۰ بنتے ہیں۔ گویا اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ بارہ سواسی بنتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہوئے۔

یہ تھا میرا استنباط لیکن وقت گزرنے جانے کے بعد آہستہ آہستہ، اصل میں چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر ذہن پر غالب تھی اس لئے غلطی سے میں نے اس حصہ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ ان معنوں میں اس وضاحت کے ساتھ آپؑ نے یہ تفسیر نہیں فرمائی۔ اگرچہ من جملہ یہ ضرور بیان فرمایا ہے کہ اصل میں میرا زمانہ مراد ہے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی تفسیر کبیر میں اس مضمون کو کھول کر بیان فرمایا ہے کہ سورۂ عصر میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے دور اول کا بھی ذکر ہے اور دور آخر کا بھی ذکر ہے (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۵۴۷۔۵۴۸)۔

جہاں تک اعداد کا تعلق ہے میں جماعت کو یہ تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مضمون احتیاط کا مضمون ہے اور یہ مقام احتیاط کا مقام ہے۔ جن لوگوں کو یہ جنون ہو جاتا ہے کہ ہر لفظ کے اعداد نکالیں اور اس سے کچھ مضمون باندھنے کی کوشش کریں وہ بسا اوقات غلطی کر جاتے ہیں اور بعض دفعہ ایسے ایسے لغو مضمون سامنے لے آتے ہیں جن کا قرآن کریم سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا اس لئے اصل محکم بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اعداد کی طرف توجہ فرمائی تو اپنی طرف سے کوئی توجیہہ پیش نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم کی بنا پر تفسیر فرمائی۔ ایک کشف کی صورت میں آپ نے دیکھا، ضروری نہیں کہ ہر مضمون کشف کے طور پر ہی بیان کیا گیا ہو، بہت سے ایسے مضامین ہیں جن میں اعداد کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مقطعات کے اعداد سے متعلق بہت گفتگو فرمائی ہے اور بہت کچھ لکھا ہے اور اس سے تاریخ اسلام میں ہونے والے واقعات کا استنباط فرمایا ہے لیکن وہاں بھی ایک بات قابل غور ہے کہ جن امور سے آپ نے استنباط فرمایا ان کی بنیاد حضرت محمد مصطفیؐ کے ارشادات پر رکھی ہے۔ مثلاً الٓمّٓ کے اعداد کی طرف توجہ مبذول ہوئی تو اس کی بنیاد بھی وہ تفسیر تھی جو کہ حضور اکرم ﷺ نے خود بیان فرمائی۔ اسی طرح الٓمّٓرٰ کے اعداد کی طرف اگر توجہ مبذول ہوئی تو وہ بھی حضرت اقدس رسول اکرم ﷺ کے اپنے ارشاد کے تابع تھی۔ آگے پھر استنباط کے راستے کھلے ہیں لیکن بنیاد بہر حال وہی تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود قائم فرمائی تھی۔

پس میرا استنباط بھی اس بات پر تھا کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشفاً دکھایا گیا کہ اس سورۃ کے اعداد خاص معانی رکھتے ہیں اور زمانہ کی تعین کے لئے استعمال کئے گئے ہیں اس لئے میں نے یہ استنباط کیا لیکن میرے استنباط سے اگر کوئی اختلاف کرے تو اس کو حق ہے کیونکہ یہ بہر حال میرا استنباط ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استنباط سے کسی کو اختلاف کا حق نہیں۔ تاہم میرے استنباط سے اگر کوئی اختلاف کرے بھی تب بھی جو مضمون میں نے بیان کیا ہے وہ اپنی جگہ درست ہے یعنی اس مضمون کی صحت پر اس کا کوئی بھی اثر نہیں پڑتا کہ ان اعداد میں عَـصْـرٌ کی رات والا وہ زمانہ مراد ہے یا نہیں یا کچھ اور مراد ہے کیونکہ عَـصْرٌ کے ان معنوں میں جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت اولیٰ مراد ہے وہاں بعثت ثانیہ بھی مراد ہے۔ یہ معنے اپنی ذات میں لازماً درست ہیں اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ استنباط خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عَصْرٌ میں جو مضمون بیان ہوا ہے اس کا میرے زمانہ سے بھی تعلق ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس مضمون کو کھول کر بیان کیا اور ویسے عقلاً ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں بیان کیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

یہ پہلی بعثت ہے اور اس کے معاً بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ (الجمعۃ: ۳-۴)

وہی رسول محمد مصطفیٰ ﷺ آخرین میں بھی مبعوث ہوں گے۔ کن آخرین میں؟ ان آخرین میں جن کا اول گروہ یعنی صحابہؓ سے ابھی کوئی تعلق قائم نہیں ہوا۔ ان کے درمیان فاصلے ہوں گے، خواہ زمانہ کے فاصلے مراد لئے جائیں خواہ وہ ظاہری جغرافیائی فاصلے ہوں یعنی ہر قسم کے فاصلے ان کے درمیان حائل ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ آخر میں آنے والے اول لوگوں سے ابھی تک نہیں مل سکے۔ ان میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے ذریعہ یہ خوشخبری پوری ہوتی۔ اس خوشخبری کو قرآن کریم

آنحضرت ﷺ کی دوسری بعثت قرار دے رہا ہے تو اگر آخر کا مضمون حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے تعلق رکھتا ہے تو لازماً یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بعثت کے ایک حصہ سے تعلق رکھتا ہو اور دوسرے حصہ سے تعلق نہ رکھتا ہو، اول سے تعلق رکھتا ہو اور آخر سے تعلق نہ رکھتا ہو۔

پس خلاصۃً مضمون یہ بنے گا کہ اگر عَصۡرٌ سے رات کے معنے لئے جائیں تو پہلی رات وہ مراد ہے جب حضور اکرم ﷺ نے رات کو دن میں تبدیل فرمایا۔ یہ وہ زمانہ ہے جس کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:۴۲) خشکی بھی فساد میں مبتلا ہوگئی اور تری بھی فساد میں مبتلا ہوگئی، دنیادار بھی فسادی ہو گئے اور مذہبی لوگ بھی فسادی ہو گئے۔ اس وقت آنحضور ﷺ نے اس گہری رات کو دن میں تبدیل فرمایا اور وَالْعَصْرِ کا یہ بھی معنی ہوگا کہ جب آنحضور ﷺ کے وصال کے ایک عرصہ کے بعد دنیا پر دوبارہ رات چھا جائے گی، دوبارہ وہ نقشہ ظاہر ہوگا کہ خشکی اور تری دونوں فساد میں مبتلا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فیض سے اس رات کو دن میں تبدیل فرمادے گا اور یہی وہ پَو پھوٹنے اور رات کو دن میں تبدیل کرنے کا مضمون ہے جس کی طرف میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں جماعت کو متوجہ کیا تھا اور وہ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی ہے اور اس کا طریق کار یہ بیان فرمایا ہے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ، فرمایا راتوں کو دن بنانا آسان کام نہیں ہوا کرتا یہ صرف کہنے کی بات نہیں کہ تفسیر کی اور لذتیں حاصل کرلیں بلکہ یہ قربانی کا ایک بہت لمبا دور ہے جو راتوں کو دنوں میں بدلا کرتا ہے اور وہ دور اس طرح شروع ہوگا، ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو اپنے ایمان کی تجدید کریں گے اور عمل صالح پر قائم ہوں گے۔ وہ صرف اپنے تک حق کو محدود کرنے پر راضی نہیں رہیں گے بلکہ لازماً اس حق کو دوسروں تک بھی پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ وہ خود بھی صبر کرنے والے ہوں گے اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرنے والے ہوں گے۔ یہ ہے صبح کا وہ مضمون جو اس رات کے بعد بیان ہوتا ہے جو عموماً دنیا پر چھا جایا کرتی ہے۔

اب میں اس دوسرے حصہ میں سے بھی صبر والے حصہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا ہمارا کام بہت اہم ہے، ہمارا راستہ بہت مشکل ہے، ہمیں دکھوں اور تکلیفوں میں سے گزرنا پڑے گا، کانٹوں سے پر راہوں پر قدم رکھنا پڑے گا، پتھر کھا کے آگے بڑھنا ہوگا اس لئے

جب تک ہم میں صبر کی صفت نہ پیدا ہو جائے، جب تک ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع بہترین صبر کرنے والے نہ بن جائیں اس وقت تک ہم اس کام کو انجام دے ہی نہیں سکتے۔ صبر کے بغیر یہ کام سرانجام دینا ناممکن ہے۔ بے صبری قوم کو اس قسم کے کام کی توفیق ہی نہیں مل سکتی۔

ابھی چند دن ہوئے ایک ایسی اطلاع ملی جس سے معلوم ہوا کہ جماعت میں خدا کے فضل سے ایسے صبر کرنے والے موجود ہیں۔ ہم صرف نظریاتی طور پر صبر کا پرچار نہیں کرتے بلکہ ہماری جماعت ایک ایسی زندہ اور فعال جماعت ہے اور قول و فعل میں ایسی صادق جماعت ہے اور اس کے اندر ایسے صبر کرنے والے لوگ موجود ہیں کہ جن کے نتیجہ میں بالآخر دنیا کے دکھ دور ہوں گے۔ چنانچہ لاڑکانہ کے ایک قصبہ وارہ میں چند دن پہلے ایک نہایت دردناک واقعہ رونما ہوا۔ ایک احمدی دوست ماسٹر عبدالحکیم صاحب ابڑو تھے جو نہایت غریب طبیعت، نیک نفس اور بڑے اچھے اخلاق والے تھے۔ ان کا اثر سارے شہر پر بھی اچھا تھا اور اپنے طلبا پر بھی ان کا بہت ہی نیک اثر تھا اس لئے کسی ذاتی دشمنی کا تو ان کے خلاف کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا لیکن کچھ عرصہ سے وارہ کے علماء نے ان کے قتل کے فتوے دینے شروع کئے اور ان کو ایسے خطوط ملنے شروع ہوئے جن میں واضح طور پر قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور کہا گیا کہ تم اپنے دین سے توبہ کرلو، اپنے مسلک سے ہٹ جاؤ ورنہ تمہارا انجام بہت برا ہوگا اور تمہیں بہت بری طرح مارا جائے گا۔

مجھے بھی انہوں نے دعا کے لئے خط لکھا۔ میں نے ان کو جواب میں لکھا کہ آپ خود بھی دعا کرتے رہیں اور صبر سے اپنے مسلک پر قائم رہیں، اس سے پیچھے ہٹنے کا یا روگردانی کرنے کا تو احمدی کے لئے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی جو تقدیر ہے وہ بہرحال ظاہر ہونی ہے۔

چنانچہ چند دن پہلے رات کے دو بجے کچھ لوگ جو غلطی سے اسلام کا ایک اور تصور اپنے دل میں بٹھائے ہوئے تھے، کلہاڑیاں لے کر ان کے گھر میں داخل ہوئے اور سوتے کو پکڑ کر پہلے تو کلہاڑی سے ذبح کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس پر جب انہوں نے مزاحمت کی تو پھر کلہاڑیوں کے کھلے وار کئے گئے چنانچہ ان کے جسم پر کلہاڑیوں کے اٹھائیس گہرے گھاؤ آئے۔ پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ ان کی بیوی کو بھی کلہاڑیوں سے شدید زخمی کیا گیا، ان کی بچی پر بھی حملہ کیا گیا، ان کے بیٹے کو بھی زخمی کیا گیا اور یہ کام پورا کر کے انہوں نے سمجھا کہ نعوذ باللہ من ذالک ہم نے اسلام کی فتح کے سامان

کر لئے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ہمارے ان احمدیوں میں سے ایک بھی اپنے مسلک سے پیچھے نہیں ہٹا۔ بڑے صبر کے ساتھ وہ آخر وقت تک اپنے ایمان پر قائم رہے اور انہوں نے اس سے سر مو بھی انحراف کی راہ اختیار نہیں کی۔

یہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ کی عملی تصویر ہے کہ ایسی جماعت قائم ہونے والی ہے جو نہ صرف صبر کی تلقین کرے گی بلکہ خود صبر کا دامن پکڑ کر بیٹھ رہے گی اور جتنی بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی اس جماعت کو مبتلا کیا جائے گا وہ صبر کا دامن نہیں چھوڑے گی لیکن بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک صبر کرنے والے کے دکھ کو دیکھ کر اور اس کی تکلیف سے متاثر ہو کر کم حوصلہ والے لوگ صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کا آپریشن ہو رہا ہو تو جس کا آپریشن ہو رہا ہوتا ہے اس کو تو اتنی تکلیف نہیں ہو رہی ہوتی جتنی دیکھنے والے محسوس کرتے ہیں۔ میں نے خود ایک نظارہ دیکھا ہے۔ ایک مریض کی دانت نکلواتے وقت جو حالت تھی اس کو دیکھ کر ایک نوجوان جو پاس کھڑا تھا بے ہوش ہو کر گر پڑا لیکن جس کا دانت نکالا جا رہا تھا اس کو پرواہ بھی نہیں تھی۔

میں نے اس لئے اس مضمون کو اٹھایا ہے کہ ایسے واقعات رونما ہوں گے، ہماری تقدیر میں یہ لکھے ہوئے ہیں یہ تو ہمارے ساتھ پیش آئیں گے۔ بیٹوں کے سامنے باپ ذبح کئے جائیں گے، باپوں کے سامنے بیٹے ذبح ہوں گے، عورتیں بیوائیں ہوں گی، بچے یتیم ہوں گے۔ جس مسلک کو ہم نے اختیار کیا ہے اور جس راستہ کو ہم نے پکڑا ہے یہ تو وہ راستہ ہے جس کی حضرت محمد مصطفی ﷺ نے نشاندہی فرمائی ہے۔ اس راستہ پر چلتے ہوئے مصائب و مشکلات کا سامنا ناگزیر ہے لیکن میں اپنے ان دوستوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں جو کمزور ہیں کہ وہ اپنی بے صبری کے ذریعہ ان لوگوں کی قربانیوں کو ضائع نہ کریں جو صبر پر قائم ہیں اور صبر پر قائم رہیں گے اور ہرگز کوئی ایسا ردعمل نہ دکھائیں جس کے نتیجہ میں ہمارے صبر کرنے والوں کا صبر ضائع ہو جائے۔ ہم نے کامل سکون کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اور اس سے دعائیں کرتے ہوئے اس راستہ پر آگے بڑھتے چلے جانا ہے اور ظلم کے جواب میں ظلم نہیں کرنا۔ ہماری سرشت میں یہ بات داخل کر دی گئی ہے اور ہم نے اس کی حفاظت کرنی ہے۔ ہمیں اس طور پر بنایا گیا ہے کہ ہم نے ظلم برداشت کرنے ہیں، مقابل پر ظلم نہیں کرنا۔

غرض میں جماعت کو بار بار نصیحت کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی سر سے گزر جائے پرواہ نہ کریں اور پورے صبر کے ساتھ اپنے مسلک پر قائم رہیں۔ دعا کریں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے طالب رہیں اور یاد رکھیں کہ ہم نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے بدلے خود نہیں اتارنے۔ حضور اکرم ﷺ نے جو اسوہ ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے اس کو چھوڑ کر ہم کہاں زندگی تلاش کریں گے۔ صرف وہی زندگی کا ایک راستہ ہے۔ جب قوموں کو ایسے دور سے واسطہ ہو جو صبر کا دور کہلاتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی ان کے صبر کے پیمانہ کو لبریز نہیں کر سکتی، وہ یوں نہیں چھلکا کرتا بلکہ چھلکتا ہے تو دعاؤں میں آنسوؤں کے ذریعہ چھلکتا ہے لیکن ظلم کے بدلہ ظلم کی صورت میں نہیں چھلکتا۔

آنحضرت ﷺ پر جو صبر کا دور تھا وہ مکی دور تھا۔ ویسے تو تمام زندگی آپؐ صبر پر قائم رہے لیکن مکی دور میں صبر کو ایک نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن پر بہت مظالم ہوتے تھے اور بہت تکلیفیں دی جاتی تھیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضورؐ اس وقت اکیلے خانہ کعبہ کے سایہ تلے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اب تو دکھوں کی حد ہوگئی، صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میری بات سن کر آنحضور ﷺ کا چہرہ تمتما اٹھا اور فرمایا کہ دیکھو! تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں جن کے گوشت کو لوہے کی کنگھیوں سے اس طرح نوچا گیا کہ ہڈیوں سے گوشت الگ کر دیئے، لیکن انہوں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور اپنے مسلک سے انحراف نہیں کیا۔ پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو! تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں جن کے سر کو آروں سے اس طرح چیرا گیا کہ ان کے سر دو نیم ہو گئے لیکن نہ تو وہ اپنی زبان پر بے صبری کا کوئی کلمہ لائے اور نہ اپنے دین سے انہوں نے انحراف کیا۔ آنحضور ﷺ نے یہ کہہ کر فرمایا کہ لازماً میرا خدا اپنے کام کو پورا کرے گا جو اس نے میرے سپرد فرمایا ہے، لازماً اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرے گا یہاں تک کہ عرب کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اسلام پھیل جائے گا اور امن وامان قائم ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص صبر کرے گا تو خواہ وہ نہتا اور کمزور ہے پھر بھی اس کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ (بخاری کتاب المناقب باب مالقی النبی ﷺ واصحابہ)

پس میں بھی جماعت کو یہ کہتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ جو اصدق الصادقین تھے، آپؐ کے منہ سے نکلے ہوئے قول اور آپؐ کے منہ کی نکلی ہوئی باتیں لازماً اٹل ہیں وہ لازماً پوری ہوں گی۔

آنحضرت ﷺ نے صبر کا جو راستہ تجویز فرمایا تھا اس کو پکڑے رکھیں۔ اب لازماً وہ انقلاب آئے گا۔ وہ انقلاب ہم نے برپا نہیں کرنا وہ خدا کے فضل سے برپا ہوگا۔ ایسے ملک جہاں صبر کے نمونے دکھائے جائیں گے وہاں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک احمدیت پھیل جائے گی اور اگر ساری دنیا کے احمدی صبر دکھائیں گے تو تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ احمدیت سے بھر دے گا یہاں تک کہ اس جماعت پر سورج غروب نہیں ہوگا۔ یہ ہے وہ پیغام جو آنحضرت ﷺ مومنین کو دینا چاہتے ہیں اور یہی وہ مضمون ہے جو سورۂ عصر میں بیان ہوا ہے جو راتوں کو دن بنانے والا مضمون ہے۔

مجھے بعض دفعہ تعجب ہوتا ہے بعض لوگ بڑی بے صبری سے لکھ دیتے ہیں کہ اب کیا ہوگا؟ اب تو قبریں اکھاڑ کر ہمارے مردے باہر پھینکے جانے لگے ہیں۔ **میں ان سے کہتا ہوں کہ ایک مردہ کیا تمام احمدیوں کی لاشیں بھی اکھاڑ کر پھینک دی جائیں تب بھی وہ اپنے مسلک سے نہیں ہٹیں گے اور ہرگز نہیں ہٹیں گے۔ وہ اپنے رب کریم پر توکل کرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے اور کسی صورت میں صبر کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ ہم مظلوم بن کر زندہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور مظلوم بن کر ہی زندہ رہیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم پر ظلم کا داغ کبھی نہیں لگ سکے گا۔**

پس احباب جماعت کو چاہئے کہ وہ خدا کی راہ میں ہر دکھ اور تکلیف برداشت کریں۔ خدا پر توکل کریں اور اس سے دعائیں کریں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل آپ پر کس طرح نازل ہوتے ہیں۔ یہی ہماری تقدیر ہے اسی تقدیر کے ساتھ ہم نے آگے بڑھنا ہے۔ اسی طرح ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے۔ صبر اور نصیحت یہی دو ہتھیار ہیں جو ہمیں عطا کئے گئے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ صبر اور نصیحت کے طریق پر قائم رکھے، ہمارا ممد و مددگار رہو، ہمارے حق میں وہ ساری خوشخبریاں پوری فرمائے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے صبر کرنے والوں کو دی ہیں اور وہ تمام خوشخبریاں پوری فرمائے جو غلبہ اسلام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے وابستہ تھیں۔ حقیقت ہے کہ آج ہم وہ روحیں ہیں جن کے ذریعہ دنیا میں انقلاب برپا ہوگا، ہم وہ انقلابی ہیں جن کے ذریعہ ایک نہ ایک دن ضرور دنیا کی تقدیر بدل جائے گی۔ ہم نے دکھوں کو راحتوں میں بدلنا ہے، ہم نے راتوں کو دنوں میں بدلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴/اگست ۱۹۸۳ء)